مذاکرہ علمیہ

حصہ اوّل

بجواب مکالمہ علمیہ نمبر ۱۴ مندرجہ اصلاح نمبر ۵ جلد ۲۳

جناب سید صادق حسین صاحب اٹاوی کا مندرجہ ذیل مضمون ۵ ر جولائی کو وصول ہوا تھا مگر میں اسے ابتک شائع نہ کر سکا اس مہینہ کے رسالہ میں بھی وہ تمام و کمال نہیں آ سکتا اسلیے مجبوراً مجھے اس کا ایک حصہ ملتوی کر دینا پڑا۔ اور بقیہ ہدیہ ناظرین ہے۔ سید محمد ہارون صاحب ممتاز الافاضل نے طعن دیا تھا کہ سید ہو کر سنی اور پھر مرزائی اسکا نہایت لطیف جواب ہمارے بھائی نے دیا ہے جو کسی دوسرے وقت چھاپا جائے گا فی الحال اصل مبحث کو مقدم کر دیا ہے (ایڈیٹر)

میرا ایک مضمون زیر عنوان **جوابات اعتراضات شیعہ** تشحیذ الاذہان نمبر ا جلد ۱۴ ماہ جنوری ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا تھا اُس پر مولوی سید محمد ہارون صاحب ممتاز الافاضل زنگی پوری نے کچھ خامہ فرسائی کی ہے اور وہ بعنوان مکالمہ علمیہ نمبر ۱۴ شیعوں کے رسالہ اصلاح نمبر ۵ جلد ۲۳ میں شائع ہوئی ہے میرا یہ مضمون اُسکے جواب میں ہے۔

ہارون۔ پہلا دعوی یہ ہے کہ یا ایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیؐ۔

جواب (۱) اس آیت میں خطاب اہل ایمان سے ہے۔۔۔ پس پہلے حضرات شیخین کا ایمان ثابت کرنا چاہیے الخ

صادق۔ تشحیذ الاذہان میں آپ کی ایک چالاکی کی بنا یعنی غلط حوالہ دینے پر مدت سے خامہ فرسائی ہو رہی تھی کہ جناب نے اپنی تقوی و تورع کا یہ دوسرا نمونہ پیش کر دیا۔ ایک نشد دو شد۔ غضب کی بات ہے آپ نے اسبات کا کچھ بھی خیال نہ کیا کہ تشحیذ و اصلاح دونوں پرچوں کو اگر کوئی شخص دیکھے گا تو آپ کی نسبت کیا رائے قائم کریگا۔ کیا آپ حلفاً کہہ سکتے ہیں کہ میں نے آیہ مذکورہ مدعی کی حیثیت سے پیش کی ہے؟ حضرت خدا سے ڈرو مذہبی مباحثات میں اس قسم کی چالاکیاں سخت شرمناک و نفرت انگیز ہوتی ہیں۔ شیعہ معترض نے جب بر بنائے آیہ مذکورہ شیخین پر اعتراض کیا تو میں نے اور جوابات کے علاوہ لکھا کہ اس آیت کی بنا پر بفرض محال اگر کوئی اعتراض

شیخین پر ہو سکتا ہے تو اسی صورت میں کہ جب شیخین کو مومنوں میں تسلیم کیا جائے اور شیعہ انکو مومن تسلیم نہیں کرتے پس وہ شیخین پر اعتراض بھی نہیں کر سکتے - اس جواب کو پڑھ کر آپ حواس باختہ ہو گئے - شیخین کو یاایھا الذین اٰمنوا کے خطاب میں داخل ماننے میں تو شیعیت کافور ہوتی ہے نہیں مانتے ہیں تو شیعہ معترض کا اعتراض بے بنیاد ثابت ہوتا ہے عرصہ دراز تک عالم تفکر میں ہاتھ پاؤں مارنیکے بعد آپ کو یہ سوجھی اور بہت دور کی سوجھی کہ اصل واقعات کی صورت بدلدی پھر بھی جو کچھ تحریر فرمایا اُسکا خلاصہ بالفاظ دیگر یہی ہے کہ شیعہ انکو مومن تسلیم نہیں کرتے پس وہ شیخین پر اعتراض بھی نہیں کر سکتے - ہارون صاحب! اگر آپ ایسے ہی جوابات لکھتے رہیں گے تو دنیا کو اچھی طرح آپکی عقل کا اندازہ ہوتا رہیگا -

ہارون - بالکل غلط ہے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کی ڈاڑھی اور غصہ کو سزا دی کے طور پر گھسیٹا تھا بلکہ یہ فعل آپ کا ازراہ محبت تھا جیسا کہ کوئی شخص جبکہ سفر سے آتا ہے اور اپنے پیارے عزیزوں سے ملاقات ہوتی ہے تو اُسکا سر پکڑ کر اپنے سینہ سے لگاتا اور پیار کرتا ہے،، ،، جبتک آپ یہ ثابت نہ کرلیں کہ قطعاً حضرت موسیٰ کا فعل ازراہ غضب تھا تب تک آپ کو اس بات کے کہنے کا حق نہ ہوگا کہ آپس میں جھگڑا کرنے سے ایمان زائل نہیں ہوتا جیسا کہ موسیٰ نے ہارون سے جھگڑا کیا "

صادق - ممتاز الافاضل صاحب آپکی یہ تفسیر قرآن شریف کی یہ تفسیر نہیں - صریح تحریف ہے ذیل کے دلائل ملاحظہ ہوں - پارہ نہم سورہ الاعراف رکوع ۱۸ میں یہ آیات ہیں ولما رجع موسیٰ الی قومہ غضبان اسفا قال بئسما خلفتمونی من بعدی اعجلتم امر ربکم و القی الالواح واخذ براس اخیہ یجرہ الیہ قال ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی فلا تشمت بی الاعداء ولا تجعلنی مع القوم الظلمین پھر چند آیات کے بعد یہ آیت ہی ولما سکت عن موسی الغضب اخذ الالواح یعنی جب فرو ہوا موسیٰ سے غصہ تو لے لیں تختیاں اور سورہ طہٰ میں یہ آیتیں ہیں قال یٰھرون ما منعک اذ رایتھم ضلوا الا تتبعن قال یا ابن ام لا تاخذ بلحیتی ولا براسی انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی - اب ان تمام آیات

اور ان کے سیاق و سباق پر نظر ڈالنے سے ہر صحیح الحواس انسان سمجھ سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قطعاً و یقیناً بحالت غضب حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی پکڑی اور ان کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ (اس کی تشریح کرتے ہوئے صادق صاحب فرماتے ہیں)

اب ہم دقیق مباحث کو چھوڑ کر ایک ایسی واضح دلیل پیش کرتے ہیں جسے ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ لے اور وہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے غضب کی حالت الفاظ لما رجع موسیٰ الیٰ قومه غضبان اسفا سے شروع ہوئی اور ولما سکت عن موسیٰ الغضب اخذ الالواح پر ختم ہوئی۔ حضرت ہارون کی ڈاڑھی اور سر پکڑے جانیکا واقعہ ان آیات مذکورہ کے درمیان بیان ہوا ہے پس قطعاً اور یقیناً ثابت ہوگیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فعل زیر بحث ازراہ غضب تھا لہٰذا ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ مومنین کے باہم جھگڑا ہو جانے سے انکا ایمان زائل نہیں ہو جاتا بلکہ ہمیں یہ کہنے کا بھی حق حاصل ہے کہ مومنین میں باہم قتال ہو جانے سے بھی ایمان زائل نہیں ہوتا کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما۔ ترجمہ اور اگر دو جماعتیں مومنین میں سے باہم قتال کریں تو صلح کرادو درمیان ان دونو کے۔

ہارون۔ امام اور وہ بھی معصوم جسنے رسولخدا جیسے خلق مجسم سے تعلیم پائی ہو گالی گلوچ نہیں کر سکتا البتہ تاریخ سیوطی میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر بڑی گالی باز تھے وکان ابوبکر سبابا

صادق۔ عربی عبارت بحوالہ تاریخ الخلفاء سیوطی کی کس فصل میں ہے براہ مہربانی ٹھیک پتہ دیجیے کیونکہ تاریخ الخلفاء مترجم میں اس فقرہ کا ہم معنی فقرہ مجھے تلاش سے نہیں ملا۔ البتہ نہج البلاغہ میں سردست چند فقرات ایسے ملے ہیں کہ سبا باکی حد اگر ان تک پہنچگئی ہو تو پھر بات تو آپ کے نزدیک بھی قابل اعتراض نہیں ہونی چاہیے ورنہ عصمت کی خیر نہیں اور وہ فقرات یہ ہیں (۱) ایکروز جناب امیر کوفہ کی مسجد میں خطبہ پڑھ رہے تھے اشعث ابن قیس نے حضرت کے چند الفاظ پر اعتراض کیا کہ وہ آپکے لیے مفید نہیں بلکہ مضر ہیں جناب امیر نے اشعث مذکور کیطرف غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھ کر فرمایا "تو کیا جانتا ہے تجھے کس نے اطلاع دی کہ فلاں چیز میرے لیے مضر ہے اور فلاں چیز نفع

پہنچانے والی ہے... تجھپر خدا کی لعنت برس رہی ہے لعنت کرنیوالے تجھپر لعنت کر رہے ہیں اور شریر کے بیٹے شریر اللسان او کافر کے بیٹے منافق (نہج البلاغۃ مترجم صفحہ ۳۲۔) (۲) اسی کتاب میں لکھا ہے کہ خوارج نہروان کو ڈرانے دھمکانے کیلیے آپنے ایک خطبہ فرمایا اسمیں ارشاد ہے۔ "تمھارا گروہ خوب یاد رکھو ایک چھوٹے سے مغز والا اور نہایت ہی بیعقل ہے تمھارے لیے باپ نہوں،، (نہج البلاغۃ مترجم صفحہ ۵۵) (۳) جناب امیر نے اپنے بعض شیعوں کے حق میں فرمایا "خدا تمھارے چہرونکو ذلیل و خوار کرے تمھارے نصیب اور مقدر کو پست کردے تم بدبخت ہوجاو" نہج البلاغۃ صد ۹۱۔ (۴) مروان بن الحکم کے حق میں جناب امیر نے ایکمرتبہ فرمایا کہ اسکے لیے ایک حکومت ہے وہ اسے اسطرح چاٹے گا جیسے کتا اپنی ناک کو چاٹا کرتا ہے وہ چار کھبنیوں کا باپ ہے۔ نہج البلاغۃ صد ۸۳۔ (۵) جناب امیر نے ایکمرتبہ عمر عاص کا ذکر کرتے ہوے فرمایا "اگر یہ وہی شخص ہے جسکی یہ توصیف کیگئی تو بیشک اسکا بزرگترین فریب یہی کہ اپنی عورۃ (دبر) کو قوم کے لیے بخشدیتا ہے" نہج البلاغۃ صد ۹۷ سخت تعجب ہے یہ لیپر زانیہ۔ نہج البلاغۃ

ہارون۔ رسولخدا کے سامنے ابوبکر و عمر کا بدزبانی کرنا مبحوث عنہ ہے ۔

صادق اسکا جواب ہمارے پہلے مضمون میں موجود ہے کہ یہ آیۃ زمانۂ قبل نزول سے متعلق نہیں اور سُننا ہو تو سُنیئے کہ یہ روایت شان نزول قطعی الصدور نہیں۔ علاوہ بریں اس آیۃ کی رو سے نہی ان دو باتوں کی کیگئی ہے (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی آواز نہ کی جاسکے (۲) جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ویسے نہ پکارا جاے۔ اور روایت شان نزول سے ظاہر ہے کہ ان دونو باتوں میں سے کوئی بات بھی شیخین سے سرزد نہیں ہوئی پس اس روایت شان نزول کی بناپر بھی ہم بآواز بلند کہہ سکتے ہیں کہ لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی کی رو سے کوئی الزام شیخین پر نہیں لگایا جاسکتا۔ پھر یہ بھی اعتراض ہے کہ مفسرین اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس آیت سے مراد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ہے۔ نتیجہ اسکا ظاہر ہے کہ اس آیت میں منہی عنہ وہی رفع صوت فوق صوت النبی ہوسکتا ہے جو قصداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعظیم و توقیر کے خلاف کیا جائے اور یہ الزام بھی روایت شان نزول سے شیخین پر ثابت نہیں
اس آیۃ کے نزول کے بعد شیخین کا طریق عمل روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دربار نبوی میں
نہایت آہستہ کلام کیا کرتے تھے اور ساتھ ہی مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آیات ما بعد یعنی ان
الذین یغضّون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم
للتقوٰی لھم مغفرۃ و اجر عظیم۔ صدیقؓ و فاروقؓ و ثابتؓ اور انکے امثال کے
حق میں وارد ہوئی ہیں۔ تفسیر غایۃ البرہان ص۵۱۸

ہارون۔ امام عبد الکریم نے امام بخاری سے جو روایت نقل کی ہے اسمیں بتصریح حضرت
عمر کا نام موجود ہے لیکن یہی روایت جو صحیح بخاری جلد ۳ میں ہے بجائے لفظ عمر کے قال بعضہم
لکھا ہوا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صاحب ملل و نحل کے بعد بغرض عیب پوشی حضرت عمر
ان کا نام اڑا کر بعضہم لکھدیا ہے۔

صادق۔ مینے تشحیذ الاذہان میں تلخیص الصحاح جلد ۶ ص۱۶ سے جو روایت نقل کی
ہے اسکے اخیر پر لفظ اخرجہ الشیخان درج ہے اور اسمیں صاف لکھا ہے قال عمر
ان رسول اللہ صلی اللہ قد غلبہ الوجع پس جو خیال آپنے ظاہر کیا ہے وہ محض وہم یا
افترا ہے۔ بخاری مطبوعہ مصر الجزء الاول ص ۲۲-۲۳ میں یہ حدیث یحیی ابن سلیمان کی سلسلہ
اسناد سے درج ہے اسمیں قال عمر موجود ہے اسی طرح بخاری مطبوعہ مصر الجزء الرابع ص۵
میں بھی یہ حدیث ابراہیم بن موسیٰ وغیرہ کئی راویوں کے واسطہ سے آئی ہے اسمیں بھی عمرؓ کا
نام دو جگہ موجود ہے البتہ بخاری مطبوعہ مصر الجزء الثالث ص۱۶ بن قتیبہ کے واسطہ سے
جو حدیث آئی ہے اسمیں عمر کا نام نہیں اور اسکے متصل ہی دوسری حدیث جو علی بن عبد اللہ
کے واسطہ سے مروی ہے اسمیں فقال بعضہم لکھا ہے پس یہ اختلاف روایت ہے
نہ یہ کہ بغرض عیب پوشی حضرت عمرؓ انکا نام اڑا کر بعضہم لکھدیا گیا ہو ایسا ہوتا تو
کسی روایت بخاری میں اب عمر کا نام موجود نہ ہوتا۔

ہارون۔ کیوں فرمایا کہ قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع جس سے آپکی
ناراضی معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کو اس کلام و نزاع سے ایذا پہنچی جسکے

باعث صحابہ حاضرین ہوئے جنمیں حضرت عمر بھی داخل ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں ایذائے رسول سے لوگوں کو منع کرتا ہے۔

صادق۔ کیا اسوقت جناب رسول خدا کے پاس صحابہ غیر اہل بیت ہی تھے اور صحابہ اہل بیت آپ کو مرض الموت میں چھوڑ کر گھر خالی کر گئے تھے یا وہ تو موجود تھے اول الذکر صورت میں صحابہ اہل بیت سخت مورد الزام ٹھہرتے ہیں اور آخر الذکر صورت میں شریک الزام فما ہو جوابکم فہو جوابنا

ہارون۔ ظاہر حدیث یہی بتا رہا ہے کہ اُن شور کرنیوالوں میں خود جناب عمر بھی تھے۔

صادق شور کرنا اور چیز ہے اور شور کرنے والوں میں موجود ہونا اور چیز۔ الفاظ حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عمر نے شور کیا یا وہ شور کرنیوالے تھے۔ اگر یہ سوال ہو کہ شور کرنیوالے کون لوگ تھے؟ تو اس سوال کا جواب احادیث سے یہ ملتا ہے فاختلف اھل البیت فاختصموا پھر بھی کسی کا نام خصوصیت کے ساتھ مذکور نہیں۔

ہارون۔ اس حدیث کو محدث خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں اسطرح نقل کیا ہے فقال عمران الرجل لیہجر حسبنا کتاب اللہ۔

صادق۔ ہمارے نزدیک نسیم الریاض حدیث کی کوئی معتبر کتاب نہیں چہ جائیکہ اسکا ذکر صحیح بخاری کے مقابلہ میں کیا جائے نہ خفاجی کو ہم امام اسماعیل بخاری کے سامنے کچھ وقعت دیسکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بہت سی تقیہ باز محدثوں کیطرح محدث خفاجی نے بھی اہل سنتہ کے حال پر یہ مہربانی فرمائی ہو یا سبائیہ کمیٹی کے کسی ممبر نے نسیم الریاض میں کچھ صناعانہ دست درازی کی ہو اگر محدث خفاجی زندہ ہوتے تو اُن سے اس قول کی سند کا مطالبہ کیا جاتا۔ با اینہمہ یہ بھی جائز ہے کہ محدث مذکور نے یہ فقرہ اگر نقل کیا ہو تو شیعوں کی تردید کیلیے نقل کیا ہو کیونکہ روایت اور شی ہے اور تصدیق روایت اور شے۔ اور یہ تو مسلمہ فریقین ہے کہ احاد روایتیں عقائد میں حجت نہیں اور یہ روایت از قسم احاد ہے پھر یہ روایت اجماع اہل سنتہ کے خلاف ہے اسلیے بھی حجت نہیں۔ باقی جواب کیلیے ہمارا مضمون دوبارہ غور سے پڑھیے اور خوب یاد رکھیے کہ امام بخاری کوئی تقیہ باز امام نہیں ہے اُسے عیب پوشی کا الزام لگانے والا تقیہ باز ہے وہی پردہ دری کرانے والا ہے۔ سچ ہے ؎ ہر کہ تف انگند بہ مہر منیر ❊ ہم بروئیش فتد تف تحقیر ❊

ہارون - دیکھئے اس موقع کی حدیثوں کو جو صریح ہیں اس مطلب میں امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں خود حضرت ابوبکر سے روایت کرتے ہیں ان النبیؐ بعثہ ببراءۃ لاھل مکۃ الخ نیز اس مطلب کی مؤید کہ ابوبکر صاحب رستہ ہی سے واپس لوٹ گئے اور مکہ کو نہ گئے وہ حدیث بھی ہے جسے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں درج کیا ہے اور وہ یہ ہے ان رسول اللہ بعث ببراءۃ مع ابی بکر الی اھل مکۃ ... لہٰذا وہ خیال جو صاحب قرۃ العینین وغیرہ نے ظاہر کیا ہے کہ ابوبکر بھی حضرت امیر المومنین کے ساتھ مکہ کو گئے اور حضرت امیر المومنین صرف انکی تائید کے لیے گئے تھے غلط ثابت ہوگیا اور معلوم ہوا کہ موالیان خلیفہ اول نے واقعہ کے خلاف یہ بات بنائی ہے کہ دونو صاحب ملکر مکہ کو گئے ؛

صادق صاحب قرۃ العینین وغیرہ نے جو کچھ اس بارہ میں لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے آپ کو اگر اہل سنۃ کی کتابوں کی خبر نہیں تو خیر معذور ہیں مگر ممتاز الفاضل صاحب! آپکو شیعہ مذہب کی کتابوں سے تو خبردار ہونا ضروری تھا - تفسیر امام حسن عسکری کی عبارت آپ سن چکے ہیں پھر بھی متنبہ نہیں ہوئے تفسیر مذکور کا مطلب صاف ہے کہ آنحضرتؐ نے ابوبکر کو دو خدمتیں سپرد کی تھیں (۱) سورہ براءۃ کی دس آیتیں کافران مکہ کو سنانا (۲) ہمراہیوں سمیت ایام حج میں مکہ معظمہ میں جاکر حج کرنا - پھر حضرت علی نے بحکم رسول خدا ابوبکر سے وہ آیتیں لے لیں - دوسری خدمت کی منسوخی کا اس تفسیر میں کوئی حکم نہیں نتیجہ ظاہر ہے کہ ابوبکر دوسری خدمت پر قائم رہے ؛

اب مسند احمدؒ کی دونو حدیثوں کے متعلق سنیے - یہ حدیثیں بخاری اور مسلم اور سنن نسائی کی حدیثوں کے معارض ہیں اسلیے لائق احتجاج نہیں مشکوٰۃ جلد ثالث مطبوعہ مطبع احمدی لاہور صفحہ ۱۹۳ میں روایت ہے عن ابی ھریرۃ قال بعثنی ابوبکر فی الحجۃ امرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل حجۃ الوداع یوم النحر فی رھط امرہ ان یوذن فی الناس الا لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوفن بالبیت عریان متفق علیہ - روایت ہے ابوہریرہ سے کہ بھیجا مجکو ابوبکر نے اس حج میں کہ امر کیا تھا انکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہلے حجۃ الوداع کے دن نحر کے بیچ

جماعت کے کہ حکم کیا تھا اسکو کہ اعلام کرے لوگوں میں خبردار ہو نہ حج کرے بعد اس سال کے کوئی مشرک اور نہ طواف کرے خانہ کعبہ کا کوئی ننگا۔ متفق علیہ۔

اور سنن نسائی جلد اول ربع ثانی مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور کے صفحہ ۴۶۸-۴۶۹ میں لکھا ہے الخطبة قبل یوم التروية (آٹھویں تاریخ سے پہلے ساتویں تاریخ خطبہ پڑھنا) عن جابر ان النبي صلى الله عليه وسلم حين رجع من عمرة الجعرانة بعث ابا بكر على الحج فاقبلنا هو (چونکہ روایت طویل ہے اسلیے صرف ترجمہ متن حدیث کتاب مذکور سے نقل کیا جاتا ہے ترجمہ جابر سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جعرانہ کے عمرہ سے لوٹے تو ابوبکر کو (لوگوں کا سردار کر کے) حج پر مقرر کیا ہم لوگ انکے ساتھ آئے جب عرج (ایک مقام کا نام ہے) میں پہنچے تو صبح کی اذان ہوئی پھر ابوبکر کھڑے ہوئے نماز کی تکبیر کہنے کو اتنے میں اونٹ کی آواز پیچھے سے سنی انھوں نے توقف کیا اور کہا یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی آواز ہے جس کا نام جدعاء ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلا معلوم ہوا حج میں آنا تو شاید آپ ہی ہوں ہم آپکے ساتھ نماز پڑھینگے اتنے میں علی اس اونٹنی پر سوار ہوئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تم امیر ہو کے آئے ہو یا کچھ پیغام لیکر انھوں نے کہا پیغام لیکر مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے سورہ برأت سنانیکو حج کے مجمعوں میں پھر ہم مکہ میں آئے یوم الترویہ سے ایکدن پہلے (یعنی ساتویں تاریخ) تو ابوبکر کھڑے ہوئے اور خطبہ سنایا لوگونکو اور حج کے ارکان بیان کیے جب وہ فارغ ہوئے تو حضرت علی کھڑے ہوئے اور لوگونکو سورہ برأت سنانی شروع کی یہانتک کہ ختم کیا اسکو پھر ہم ابوبکر صدیق کے ساتھ نکلے جب عرفہ کا دن ہوا (نویں تاریخ) تو ابوبکر کھڑے ہوئے اور خطبہ سنایا لوگونکو اور بیان کیے حج کے طریقے جب وہ فارغ ہوئے تو حضرت علی کھڑے ہوئے اور سورہ برأت سنائی یہانتک کہ ختم کیا اسکو پھر جب یوم النحر ہوا (دسویں تاریخ) تو ہم لوٹے منا کو (عرفات سے) جب ابوبکر لوٹ کر آئے تو انھوں نے خطبہ سنایا لوگونکو اور لوٹنے کے اور قربانی کرنیکے احکام بتلائے اور ارکان پھر جب فارغ ہوئے تو حضرت علی کھڑے ہوئے اور سورہ برأت سنائی یہانتک کہ ختم کیا اسکو پھر جب پہلا دن کوچ کا ہوا (یعنی بارھویں تاریخ)

تو ابوبکر کھڑے ہوئے اور خطبہ سنایا اور بیان کیا کیونکر حج کرنا چاہیے اور کسطرح کنکریاں مارنا چاہیے پھر سب ارکان سکھلائے جب فارغ ہوئے تو علی کھڑے ہوئے اور سورہ براءت لوگوں کو سنائی یہانتک کہ ختم کیا اُس کو۔

یہ ہیں اصل واقعات جو حضرت جابرؓ نے بچشم دید بعینہ تاریخ تفصیل وار بیان کیے ہیں انکے مقابلہ میں مسند احمد کی روایتیں مجمل و غیر موثق مرجوح بلکہ موضوع ہیں بجز اسکے کہ انکی وہ تاویل تسلیم کی جائے جو ہم ذیل میں بیان کرینگے۔ جب ان روایتوں سے یہ بات قطعاً و یقیناً ثابت ہو گئی کہ حضرت ابوبکر مکہ گئے اور جناب امیر اس سفر مکہ میں حضرت ابوبکر کی پیروی کرتے اونکے پیچھے نمازیں پڑھتے اور مناسک حج میں اُنکی متابعت کرتے رہے اور حضرت ابوبکر بحیثیت امیر المومنین اور خلیفۃ الرسول حجاج مومنین کو احکام و مناسک حج وغیرہ تعلیم فرماتے رہے اور تمام فرائض حضرت رسول خدا بجالاتے رہے اور حضرت علی علیہ السلام حضرت ابوبکر علیہ السلام کے خطبات کے بعد صرف سورہ براءت پڑھکر سناتے تھے تو صاحب قرۃ العینین وغیرہ کا خیال بالکل صحیح ثابت ہوا اور آپ کا انکار محض جہالت یا افترا۔ امیر المومنین اور امیر الحاج ابوبکر کے ساتھ جناب امیر کو صرف سورۂ براءت کی آیتیں پڑھکر سنانیکے لیے بطور نقیب المومنین جو بھیجا گیا اسمیں علاوہ اور حکمتوں کے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یہ حکمت بھی تھی کہ خدا تعالیٰ کو عالم الغیب ہونیکی وجہ سے معلوم تھا کہ آئندہ ایک قوم خلفاء ثلاثہ پر تبرّا بھیجنے والی اور رابع الخلفاء جناب علی کی شان میں غلو کرنے والی پیدا ہو گی اسلیے حکمت الٰہی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ ایک حج کے موقع پر حضرت ابوبکر کو بلا فصل خلیفۃ الرسول اور امیر المومنین اور جناب امیر کو اُنکی ماتحتی میں رکھکر سورۂ براءۃ کی چند آیتیں پڑھکر سنانے کے لیے بطور نقیب المومنین ٹھہرایا جائے تاکہ حجاج مومنین اور پھر اُن کے ذریعہ سے اسلامی دنیا کو یہ بصیرت حاصل ہو جائے کہ حضرت ابوبکر کی زندگی میں حضرت علی امیر المومنین و خلیفۃ الرسول نہیں ہو سکتے اور نیز امیر المومنین ابوبکر صدیق کے دشمنوں سے جناب علی براءۃ کا اظہار فرماتے ہیں اور اس اظہار پر امور ہیں تاکہ یہ واقعہ جب ایک جم غفیر مومنین کی آنکھوں کے سامنے ہو تو آئندہ تاقیامت احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے ایک زبردست تاریخی شہادت ہو اور

نمبر۱۱ ای قوم اثبات ہے کہ سورہ براءۃ کی آیتیں ابوبکر سے لیکر علی کو دی گئیں تحریر یاد رکھے اور اور تحقیق کے وقت حکمت مذکورہ کی تہ تک پہنچنے کے لیے یہ واقعہ موصل الی المطلوب ہو۔

اب ہم مسند احمد کی روایتوں کی وہ تاویل عرض کرتے ہیں جسکا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے پہلی حدیث پیش کردہ جناب میں قال لعلي الحقه فرده ابا بكر وبلغها انت ففعل قال فلما قدم على النبیّ ابوبکر بکی۔ کے یہ معنے ہیں کہ رسول خدا نے علی سے کہا کہ تم ابوبکر سے جاکر ملو اسکو ہمارے حکم کی طرف پھیرو یعنی اُسے ہمارا حکم سنا دو اور تم سورۂ براءۃ کی تبلیغ کرو چنانچہ حضرت علی نے ایسا ہی کیا پھر جب ابوبکر حج سے فارغ ہوکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوے تو اُنھوں نے رو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا مجھسے کوی بدی سرزد ہوی رسول خدا نے فرمایا نہیں خیر کے سوا کچھ نہیں لیکن خدا نے مجھے حکم دیا کہ یہ خاص پیام متعلق سورہ براءۃ خود میں پہنچاوں یا میرا کوی عزیز خاندانی

اور دوسری حدیث مسند احمد کے الفاظ ردّه الي کے یہ معنے ہیں کہ ابوبکر کو میرے اس حکم کی طرف پھیرو یعنی متوجہ کرو اور سناؤ کہ اس خاص پیام متضمن سورہ براءۃ کو کفّار تک میرے اہل بیت کے سواے مستقل طور پر اور کوی نہ پہنچاے +

لفظ ردّ کے ان معنوں کی طرف جو ہمنے بیان کیے ہیں آیہ فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله والرسول اور حدیث استفهموه فذهبوا يردون عليه پر غور کرو۔ افسوس کہ حضرات اہل خلاف مفوضہ ہوں یا نصیری اسمٰعیلیہ ہوں یا رافضی مطلق امامیہ ہوں یا اثنا عشری اسقدر بیجا عداوت صحابہ خصوصاً خلفاء ثلاثہ پر ٹوٹے ہوے ہیں کہ انکو صاف صاف عبارتوں کا مطلب بھی اچھی طرح مفہوم نہیں ہوتا اور کہیں ایک لفظ بھی دیکھ لیتے ہیں تو مارے خوشی کے دوڑ پڑتے ہیں آگے پیچھے کی عبارت کو بالکل نہیں دیکھتے کہ کیا لکھا ہے عبارت مطلق ہے یا مقید مشروط ہے یا غیر مشروط عام ہے یا خاص وغیرہ وغیرہ اگر یہ لوگ تعصب کی عینک آنکھوں سے اتار کر کتابوں کا مطالعہ کرتے تو امید تھی کہ ایسی غلط فہمیاں واقع نہ ہوتیں مگر ان سے کب ممکن ہے جنکے خمیر میں عداوت خلفاء ثلٰثہ و دیگر صحابہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور بغض اسلام داخل ہے ؎

ہارون۔ امام ثعلبی اُن علمائے کبار سے ہیں جنکے کمال و ثقافت پر اہل سنتہ کے بڑے بڑے علماء کا اعتراف موجود ہے اور یہ پہلا محسن اہل سنتہ ہے جسنے تفسیر لکھ کر سنیوں کو تفسیر نگاری کا طریقہ بتا دیا ہے +

صادق۔ واہ حضرت واہ۔ انہی معلومات کی بنا پر آپ ممتاز الافاضل کہلاتے ہیں۔ جناب والا مفسر ثعلبی سنہ ۴۲۷ھ میں فوت ہوا ہے ملاحظہ ہو وفیات الاعیان لابن خلکان اور مفسر ابن جریر جسکی روایت میں نے تشحیذ میں نقل کی ہے وہ سنہ ۳۱۰ھ میں فوت ہوا ملاحظہ ہو تہذیب الاسماء نووی پھر آپنے کس سے سُن لیا کہ ثعلبی اوّل المفسرین اور پہلا محسن اہل سُنتہ ہے جسنے تفسیر لکھ کر سنیوں کو تفسیر نگاری کا طریقہ بتا دیا ہے۔ ثعلبی کی نسبت علامہ سیوطی کا قول ہم پہلے مضمون میں نقل کر چکے ہیں اُنکی نسبت ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنتہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی سُن لیجیے۔ لکھتا ہے۔

وان کان غالب الاحادیث التی فیہ ای فی تفسیر الثعلبی صحیحہ ففیہ ما ھو کذب باتفاق اھل العلم و لھذا لما اختصرہ ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی و کان اعلم بالحدیث والسنۃ والفقہ منہ ای من الثعلبی والثعلبی اعلم باقوال المفسرین ذکر البغوی منہ اقوال المفسرین والنحاۃ وقصص الانبیاء فھذا الامور نقلھا البغوی واما الحدیث فلم یذکرہ فی تفسیرہ شیئا من الموضوعات التی رواھا الثعلبی" خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ تفسیر ثعلبی میں بعض ایسی باتیں بھی ہیں جنکے جھوٹ ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے مفسر بغوی نے جو ثعلبی سے علم حدیث و سنتہ و فقہ میں بڑھا ہوا تھا جب تفسیر ثعلبی کا اختصار کیا تو ثعلبی کی روایت کردہ موضوع حدیثوں کو چھوڑ دیا۔ علاوہ بریں واضح ہو کہ ہم کسی عالم فاضل یا امام ہمام کے قول کو جب تک وحی الٰہی اور کتاب و سُنتہ کی مُہر اُسپر نہ ہو ماننے کے لیے تیار نہیں حتیٰ کہ ہم فہم صحابی کو بھی حجت نہیں جانتے پس ثعلبی کی مدحت نگاری مصنوعی سے اس موقع پر بجز تضیع اوقات کچھ فائدہ نہیں +
